بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

پچھلے دنوں مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی (درگاہ شاہ ابوالخیر صاحب، دہلی) نے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور کارناموں پر ایک مبسوط اور فاضلانہ مقالہ پڑھا۔ مولانا حضرت مجدد الف ثانی کے ہی خاندان سے تعلق رکھتے اور اسی سلسلہ کی ایک درگاہ کے سجادہ نشین ہیں اور ورع وتقویٰ کے علاوہ نہایت کثیر المطالعہ اور دقیق النظر عالم ہیں اور حق گوئی میں مصلحت اندیشی سے طبعاً نفور ہیں اس بنا پر آپ کا مقالہ جہاں محققانہ تھا حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات اور آپ کے افکار و آرا کا بیباک ترجمان بھی تھا، مقالہ کے ختم ہونے کے بعد اسی موضوع پر ایک مختصر مذاکرہ بھی ہوا جس میں جامعہ کے اساتذہ اور بعض بیرونی اصحاب علم نے حصہ لیا، آخر میں پروفیسر مسعود حسین خاں وائس چانسلر جامعہ ملیہ نے بحیثیت صدر جلسہ ایک مختصر تقریر کی جس میں انھوں نے مقالہ کی تعریف میں کہا: "مجھے بڑی خوشی ہے کہ آج ایک عرصہ کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ کی فضا میں اس درجہ محققانہ اور فاضلانہ مقالہ پڑھا گیا ہے، پھر علامہ اقبال کے حوالہ سے حضرت مجدد کی ذات کے ساتھ اپنی عقیدت وارادت کا اظہار فرمایا، لیکن آخر میں ہندوستان کے "نیشنلسٹ" مسلمانوں کی دکھتی ہوئی رگ پر انگلی رکھتے ہوئے انھوں نے اپنے خاص انداز میں کہا: لیکن اس موقع پر میرے دماغ میں ایک سوال پیدا ہو رہا ہے —— اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات میں سے بہت سے لوگوں کے دماغ میں بھی یہ سوال پیدا ہوا ہوگا —— میں یہ سوال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ اس پر غور فرمائیں اور اس کا جواب تلاش کریں، اور وہ یہ ہے کہ ہم ہندوستان کے

مسلمان آج کل کے حالات میں حضرت مجدد کی تعلیمات اور آپ کے انکار سے کیا فائدہ حاصل کرسکتے ہیں اور کیونکر؟" حقیقت یہ ہے کہ وائس چانسلر مسعود حسین خاں صاحب نے یہ سوال اٹھا کر آج کل کے قومیت زدہ مسلمانوں کی ذہنیت بے نقاب کر دی، اس لئے ہمارے نزدیک یہ سوال بہت اہم تھا اور ہم نے اسی وقت تجویز کی تھی کہ اس پر سمینار ہونا چاہیئے۔

بدقسمتی سے ذہنی مرعوبیت یا حقائق و واقعات کو ان کی اصل شکل و صورت میں نہ دیکھ سکنے کے باعث ہندوستان کے نیشنلسٹ مسلمانوں کے ایک طبقہ کا ذہن یہ بن گیا ہے کہ اکبر کا نام لینے میں انھیں فخر محسوس ہوتا ہے اور حضرت مجدد کا ذکر کرتے ہوئے ان پر مجوبیت طاری ہو جاتی ہے، جہانگیر کا تذکرہ مسرت سے کرتے ہیں اور اورنگ زیب عالمگیر کا نام لینے میں جھجک محسوس ہوتی ہے، ذہن و فکر کی یہ تبدیلی تقسیم کا عطیہ ہے، ورنہ اس سے پہلے یہ بات نہیں تھی۔ چنانچہ ایک "علامہ" نے تو مستقل انگریزی میں ایک کتاب ہی لکھ ماری ہے جس میں حضرت مجدد کے افکار و آرا کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے ساتھ تنقیص و توہین کا کوئی دقیقہ نہیں ہے جسے فروگذاشت کر دیا گیا ہو، اسی طرح ندوۃ المصنفین، دہلی سے ڈاکٹر محمد اسلم (پنجاب یونیورسٹی، لاہور) کی کتاب "حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک کا تاریخی پس منظر" شائع ہوئی تو یہاں اور وہاں ہر جگہ کے ارباب علم و نظر نے اس کو پسند کیا اور تعریف کی، لیکن قومی آواز، لکھنؤ نے اس پر ایک طویل تنقید لکھی اور اس میں اکبر کو سراہا گیا، اس کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ماہنامہ جامعہ میں مسلسل کئی ماہ تک اس پر تنقید شائع ہوتی رہی اور پھر اسی مقالہ کو ایک مقدمہ کے ساتھ کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا، اس پوری تنقید کا حاصل یہ تھا کہ کتاب میں اکبر پر جو الزامات لگائے گئے ہیں اُن سب کا ماخذ ملّا عبد القادر بدایونی ہیں اور ملا صاحب کو چونکہ اکبر سے ذاتی رنجش اور بیر تھا اس لئے اکبر سے متعلق ان کے تمام بیانات قابل رد اور ناقابل التفات ہیں۔ حالانکہ انصاف اور سلامت روی کا تقاضا یہ تھا کہ ایک طرف اسلام کی تعلیمات